ڈاکٹر اجمل نیازی

سرمد مظاہری

عبدالحکیم نام تھا ـ اور یہ بمقام لکی مروت ، ۱۲ ستمبر ۱۹۲۱ء کو پیدا ہوئے ـ سرمد تخلص کرتے تھے ـ مظاہر العلوم سہارنپور سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد مظاہری کہلائے ـ دینی علوم کے حوالے سے یہ نسبت اتنی ہی اہم تھی جتنی علی گڑھ مسلم کالج کے تعلیم یافتہ علیگ کہلانے میں محسوس کرتے تھے ـ سرمد صاحب ممتاز دانشور نقاد ، محقق اور شاعر یحییٰ امجد کے والد ہیں ـ سرمد صاحب کا گھرانہ اولیائے کرام کی خاص توجہ کا مرکز تھا ـ ایک مذہبی ماحول روحانی سرشاریوں سے بھرا رہتا تھا ، بالخصوص ان کی دادی دلِ سادہ رکھتی تھیں ـ وہ ایک پاک باز صوفیہ تھیں ، گھر پر ان کا بڑا اثر تھا ـ سرمد مظاہری کو ان کی خصوصی محبت حاصل تھی ـ ساتویں جماعت تک لکی مروت ، کوٹ چاندنہ ، کالا باغ اور داؤد خیل کے سکولوں میں ابتدائی تعلیم حاصل کی ، دریائے سندھ کے کنارے ان کا گاؤں فتح والا دریا بُرد ہوگیا اور وہ میانوالی کے کئی شہروں میں بھٹکتے پھرے ـ بالآخر کندیاں میں قیام کیا ـ مڈل اور میٹرک میانوالی سے کیا ـ ان دنوں میٹرک کا امتحان پنجاب یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہوتا تھا ـ ایف اے پرائیویٹ کیا ـ اسی طرح انھوں نے مولوی فاضل،ادیب فاضل اور منشی فاضل کر لیا ، جسے ان دنوں عربی فاضل ، اردو فاضل اور فارسی فاضل کہتے تھے ـ یہ امتحانات انھوں نے امتیازی حیثیت سے پاس کیے ـ ان کے بعد وہ سہارنپور کے مشہور دینی مدرسے مظاہر العلوم میں داخل ہوئے اور علوم دینیہ کی تحصیل کی ـ مشہور عالم دین مولانا گلزار احمد مظاہری مرحوم ان کے ہم جماعت تھے ـ

سرمد مظاہری نے مدرسہ بھر میں اوّل رہ کر طلائی سند فضیلت حاصل کی ۔ ان کی اعلی کامیابی کا سن کر دلی ، مراد آباد اور دیوبند کی طرف سے درس و تدریس کی پیش کش ہوئی ، مگر انھوں نے اپنے پیرومرشد حضرت مولانا فخرالزمان شاہ صاحب آف کالا باغ کے ساتھ مل کر کوٹ چاندنہ شریف میں ایک مدرسہ قائم کیا ۔ انہی دنوں میں پیر صاحب نے مظاہری صاحب کو اپنا خلیفہ مقرر کیا ۔ انہیں مسلم لیگ کے علاقائی سیکرٹری کی ذمہ داریاں بھی سونپی گئیں ۔ درس و تدریس کے ساتھ ساتھ انھوں نے جگہ جگہ نظریہ پاکستان کی مقبولیت اور فروغ کے لیے جلسے کئے ۔ پیر صاحب ان جلسوں کی صدارت کرتے تھے ۔ چونکہ سرمد مظاہری پشتو ، فارسی ، عربی اور اردو پر کامل دسترس رکھتے تھے ، اس لیے انھوں نے اپنے زور خطابت سے لوگوں کو پاکستان کا پرجوش عاشق بنادیا ۔ اس صورتحال میں نواب آف کالا باغ بھی پیر صاحب اور سرمد صاحب کی طاقت کو تسلیم کرنے لگے تھے ۔ قیام پاکستان کے بعد جہاد کشمیر کے لیے رضا کاروں کی بھرتی کا دفتر کھول دیا ۔ صوبہ سرحد کے علاوہ میانوالی کے پٹھانوں نے جہاد کشمیر میں بھرپور حصہ لیا ۔ کچھ عرصہ بعد سرمد صاحب جماعت اسلامی میں شامل ہوگئے ۔ اصل میں وہ امیر جماعت مولانا سیّد ابو الاعلیٰ مودودی سے بے حد متاثر تھے ۔ ان کی ایک نظم کا عنوان ہے " امیر جماعت اسلامی کے نام " ہے ۔

اے میر کارواں
اللہ کے نام سے ہوا قافلہ رواں
منزل کو انتظار ہے ، ہونا نہ سرگراں
مست مئے خودی ہیں یہاں سارے ہمسفر
پُر پیچ راستہ ہے مگر پھر بھی کیا خطر
ہو آسرا خدا کا تو پھر دل میں کس کا ڈر
نکلے ہیں ہم تو کرنے خود اپنا ہی امتحان
اے میر کارواں

جماعت کے ساتھ بھی ان کی وابستگی زیادہ دیر نہ رہ

سکی ـ وہ اضطراب اور انتظار کی بھر بھری مٹی سے بنے ہوئے انسان تھے ـ عمر بھر ایک آگ ان کے اندر جلتی رہی مگر صاحبِ مروت آدمی تھے ـ ذاتی تعلقات کو عمر بھر نبھاتے رہے ـ جب مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری ملتان سے میانوالی آتے تو کندیاں میں سرمد مظاہری کے ہاں قیام کرتے تھے ـ مولانا عبدالستار خان نیازی کی میزبانی بھی انہیں حاصل رہی ـ

کندیاں اور کوٹ چاندنہ میں ان کی کچھ زرعی زمین تھی ، مگر گزارہ مشکل سے ہوتا تھا ـ اس لیے قائد آباد ، کلور کوٹ اور کندیاں کے سکولوں میں کچھ عرصہ ملازمت کی ، میانوالی کے ایک پرائیویٹ دفتر میں کلرکی بھی کی ـ اسی دوران کراچی کا سفر بھی اختیار کیا ـ افلاس اور تنگ دستی کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا ـ استقامت کی قوت سے ساری مشکلات کو اپنے سے پرے رکھا ـ مگر کبھی کبھی ان کی دلمیں دراسی برھمی پیدا ہوتی تھی ، جسے وہ اپنے بے نیازی کے پردے میں چھپالیتے تھے ـ

بالآخر ملت ہائی سکول ملتان میں مدرس ہوگئے ـ یہ مدرسہ اسلامی مشنری سکول کی حیثیت سے جاری کیا گیا تھا ـ تمام نصاب کو اسلامائز کیا گیا تھا ـ سرمد صاحب خود بھی مشنری لہر کے آدمی تھے ـ دین کے لیے دنیا کو ہموار کرنے آئے تھے ـ تقریباً پندرہ برس اس سکول میں گزار دیے ـ ڈاکٹر طاہر تونسوی نے اپنی کتاب " ملتان میں اردو شاعری " میں سرمد مظاہری کو مہاجرین کی صف میں شامل کیا ـ [1]

اکیاون برس کی عمر میں دل کے دورے سے فوت ہوئے ـ غلط علاج کے نتیجے میں فوری موت واقع ہوگئی ـ انہیں سیدعطاء اللہ شاہ بخاری کے مزار کے قریب دفن کیا گیا ـ

ناساعد حالات میں زندگی گزارنے والے سرمد مظاہری دلِ دردمند کے مالک تھے ـ فطری اضطراب نے انہیں ہمیشہ اضطرار میں رکھا ـ صحت بظاہر اچھی تھی مگر کئی طرح کی

---

[1] ملتان میں اردو شاعری ـ سنگ میل پبلیکیشنز لاہور، صفحہ [illegible]

بے قراریاں ان کے باطن میں سوئی رہتی تھیں ۔ ان کے اندر توڑ پھوڑ بہت ہوتی رہی ۔ اس کے باوجود ایک مطمئن چہرہ انھیں ایک خوش نصیب آدمی کا منظر عطا کر دیتا تھا ۔ اپنا پیر خانہ ، جماعتِ اسلامی ، مسلم لیگ اور کئی دوسری دینی تنظیموں سے بدظن ہوئے ، جس نے ان کے دل میں ناامیدی کا رنگ گہرا کر دیا تھا ، مگر انھوں نے اپنے آئیڈئیلز کیلئے جدوجہد جاری رکھی ۔ مذہب ان کا اوڑھنا بچھونا تھا ۔ وہ دل و دماغ کی یکجائیت کے قائل تھے ۔ مولوی کم اور صوفی زیادہ تھے ۔ اسلام کو سمجھنے کے لیے مطالعے مشاھدے اور مکاشفے کو ایک وسعت اور تنوع سے کام میں لانے کی کوشش کی ۔ انھوں نے مذاھب عالم کا مطالعہ بھی کیا تھا اور اسلام کے ساتھ اس کا موازناتی جائزہ بھی لیا تھا ۔ اس ضمن میں تاریخ عالم اور مغرب کے دانشوروں اور مفکروں کے خیالات کا بڑی توجہ سے تجزیہ کیا ۔ اس کے علاوہ ادب کا مطالعہ بھی کیا ۔ ناول افسانہ ڈرامہ اور شاعری ان کی خاص دلچسپی کے میدان تھے ۔ ان کا مجموعہ کلام " وارداتِ سرمد" ان کی وفات کے بعد ان کے صاحبزادے یحیٰی امجد کی نگرانی میں شائع ہوا ۔ [1] وہ شاعر ہوتے ہوئے بھی شاعری کی عظمت کے دل سے قائل نہ تھے ۔ اقبال اور میر و غالب کو مانتے تھے ۔ شکسپیئر کو پسند کرتے تھے ۔ [2]

اگر قلبی طور پر کسی ہستی کے گرویدہ تھے تو وہ صرف حضرت رسول اکرام صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ علمی حوالے سے امام غزالی امام ابوحنیفہ ، ابن تیمیہ ، ابن خلدون کو اھمیت دیتے تھے ۔ عملی میدان میں خالد و طارق سے ٹیپو شہید تک کے کارناموں کو نگاہ میں رکھتے تھے ۔ دوسری قوموں کی تہذیبوں سے بھی استفادہ کرتے تھے ۔ ایک زمانے میں انھوں نے کمینوسٹ فلسفے کا بھی جائزہ لیا ۔ چیئرمین ماؤ کی بہت قدر کرتے تھے ۔ یہ محبت ان کے صاحبزادے کو

---

[1] ادارہ فروغ اردو ، لاھور : طبع اول جولائی ۱۹۷۳ء
[2] دیباچہ " وارداتِ سرمد "

ورثے میں ملی ۔ یحیی امجد نے " ماؤ کی نظمیں " کے نام سے ماؤ کی نظموں کا ایک ترجمة اردو میں شائع کیا ھے ۔

ایک باوقار استحکام کا رچاؤ ان کی عمومی سرشت میں تھا ۔ وہ ایک مخلص ، کشادہ دل اور روشن دماغ عالم دین تھے ۔ اپنے مذھبی معمولات اور معاملات میں بہت بڑے شیدائی تھے ۔ مگر عجیب بات یہ ھے کہ وہ نامور گلوکار اور اداکار کے ایل سہگل کے بہت بڑے شیدائی تھے ۔ جب سہگل کی کوئی فلم ریلیز ہوتی تو خاص طور سے دلی میں جاکر دیکھ آتے ۔ فنونِ لطیفہ سے ان کی رغبتیں ان کو ایک شاداب شخصیت کا تحفہ دے گیئں ۔ ایک اور نشاندھی بھی اس ضمن میں ھوتی ھے کہ سہگل اپنے انداز و آواز میں درد گداز کا بہتا دریا تھا ۔ اس میں ڈوب ڈوب کر نکلنے والے کا دل کیسی کیسی قیامتوں اور عذابوں کو ایک نرم اور میٹھا لہجة عطا کر دیتا ہوگا ۔ سرمد مظاہری کی شاعری میں محبتوں کی لوسلگتی ھے یة ایسے ھی کسی الاؤ سے بچھڑی ھوئی روشنی ھے ۔

اس مختصر جائزے سے سرمد مظاہری کی شخصیت کو سمجھنے میں کوئی ابہام نہیں رھتا ، ایک ناتمام زندگی والے شخص کی شاعری سرشار کیفیتوں کا خزانة بن گئی ۔ دو دفعة انکی بیاض گم ھوگئی ۔ وہ دل برداشتة بھی ھوئے،مگر سچی عادتوں نے ان کے دل میں چراغوں کو بجھنے نة دیا ۔ " واردات سرمد " بھی ان کی ایک بیاض تھی جو گم نة ھوئی ۔ اگرچة اس کتاب میں گمشدہ وارداتوں کا بیان زیادہ ھے ۔ مجموعے کا نام خود ان کا اپنا رکھا ھوا ھے ۔ فوری طور پر جو بات ان کے کلام کے بارے میں کہی جاسکتی ھے ، وہ اتنی ھے کہ اساتذہ کے مطالعے کے بعد ان کی غزلوں میں بھی استادانة رنگ نمایاں ھوتا گیا جو کسی حد تک کلاسیکل اسلوب کے قریب تر پہنچ گیا۔ بنیادی طور پر وہ ایک عملی صوفی کا منصب رکھتے تھے ، اس لیے کبھی گوشۂ عافیت میں چھپ کر نة بیٹھ رھے ۔ پاکستانی سیاست میں حصة لیا ۔ مشرقی پاکستان کے سقوط نے ان کو ہلا کے رکھ دیا اور انھوں نے خاصے عرصے تک اشکوں کی چادر اوڑھے رکھی ، لیکن وہ پاکستان کے مستقبل اور اسلام کے احیاء کے بارے میں یقین کامل رکھتے تھے ۔

عشقِ رسول ان کی واحد متاع تھی ـ یہی ان کی جذباتی اور رومانی زندگی کا سرمایہ تھا ـ انھوں نے ایک جذبے کے طفیل اپنے دینی تجربات کو تخلیقی واردات بنالیا ـ وہ دینداری اور دنیاداری کی مخلصانہ یک جہتی پر ایمان رکھتے تھے ـ اس کے بغیر کسی طرح کی یکتائی ممکن نہیں ـ ان کے صاحبزادے یحیی امجد لکھتے ہیں ـ

" ان کا عشقِ رسول ، خدا کی ذات پر غیر متزلزل ایمان اپنے مرشد سے مجنونانہ عشق ان کی دنیاوی ناکامیاں ، ان کی طبع کی رومانیت اور ان کا غرور آگہی ـ یہ سب چیزیں ان کے ہاں ہر شعر میں یکجا ہوتی ہیں ـ اس لیے ان کا ہر جذباتی تجربہ حقیقی اور فطری ہے ـ اس کی جذباتی بنیاد بڑی مستحکم ہے ـ چنانچہ یہ تجربہ ان کے خلاقانہ تخیل اور حقیقت پسندانہ الفاظ سے مل کر شعر کی اندرونی نغمگی پیدا کرتا ہے ، جس میں تحت النغمہ کی سی کیفیت ہے ـ یہ طبلے کی تھاپ تو نہیں مگر ستار کی عظیم نرم آہنگی ہے یا کہیں کہیں بانسری کی لے" ـ [۱]

ایک پرسوز آرزو مندی ان کی شخصیت سے رس رس کر انکی شاعری میں گھل مل گئی ہے ـ انھوں نے دین کو دل کے آبگینے میں سجا کے دیکھا ـ صاحب دین اگر صاحب کردار وعمل ہو اور صاحبِ دل بھی ہو تو اس کے سارے رویوں میں شائستگی کے ساتھ وارفتگی اور وجاہت کے ساتھ بشاشت بھی پیدا ہوجاتی ہے ـ

استاد محترم المقام بزرگ دانشور ڈاکٹر سیّد عبداللہ لکھتے ہیں ـ

" سرمد کی انفرادیت اس بات میں ہے کہ وہ دین و دل کے شاعر ہیں ـ ان کے ہاں یہ سرگزشت ملی جلی ملتی ہے ـ غور کیجیے تو معلوم ہوگا کہ سچا دینی جذبہ بہرحال جاذبۂ عشق و محبت ہی کا ایک انعکاس ہے ـ دنیا کی اعلی ترین شاعری کسی نہ کسی دینی جذبے کی ہی مرہونِ منت ہے ـ سرمد

---

[۱] " واردات سرمد " صفحہ ٦

کا دینی جذبہ ان کی غزل و نظم اور بالخصوص حمد ونعت میں کھل کر نمودار ہوتا ہے ـ سرمد کے کلام سے فوراً یہ احساس ہوتا ہے کہ یہ شاعر غزل گوئی کی تمام مسلمہ روایتوں سے آگاہ اور فن شعر کے جملہ تقاضوں سے باخبر ہونے کے علاوہ فیاض ازل سے وہ مزاج بھی لے کر آیا ہے جو رچی ہوئی غزل گوئی کے لیے ضروری ہے" ـ [۱]

سرمد کی غزلوں ، نظموں اور نعتوں میں فرطِ عشق سے رقص کرتا ہوا دل بولتا ہے ، تو لفظوں میں ترنم سرسرانے لگتا ہے ـ ان کی نظموں میں وہ موضوعات بھی ملتے ہیں جو فوری ردعمل کا نتیجہ ہیں ، مگر ان میں بھی تخلیقی ذوق و شوق کی لہر پس منظر کا کام دیتی ہے ـ انکی نظموں میں عقیدت ، محبت پر غالب رہتی ہے ، جب کہ غزلوں میں ان دونوں کا امتزاج عشق کی مضراب میں سما جاتا ہے ـ مشہور ترقی پسند دانشور اور شاعر ظہیر کاشمیری لکھتے ہیں :

" سرمدی مظاہری نے اپنی اہم باطنی وارداتوں کو بڑی مہارت سے غزل کا پیراہن بخشا ہے اور انھیں ایک منفرد سلیقہ مندی سے قاری تک پہنچانے کی کوشش کی ہے ، ان کی شاعری کی روح رواں ان کا جذبہ عبودیت اور ان کا سوز آرزومندی ہے ـ ان کا تصور جمال تجسیم و تشبیہ سے گزر کر ماورائے خیال تک پھیلا ہوا ہے ـ وہ جمال کی ہر صورت کے رمز شناس اور مزاج دان ہیں اور وہ راز و نیاز کے سرمدی سلسلوں کو نئی معنویت کے ساتھ پیش کرتے ہیں ـ وہ خیال اور لفظ کے ناگزیر رابطوں پر گہری نظر رکھتے ہیں ـ زبان و کلام کی اعلی روایتوں کی پاسداری کرتے ہیں اور شعر کے جدید لہجے میں اپنا مدعا بیان کرتے ہیں ـ " [۱]

" واردات سرمد " کی تقریب تعارف میں نامور دانشوروں نے سرمد مظاہری کے بارے میں کھل کر اظہار کیا ـ اس موقع پر ایک کتابچہ شائع کیا گیا تھا ، [۲] جس میں معاصر

---

[۱] تحریریں لاہور ، مئی ۱۹۷۴ء صفحہ ۶۳
[۲] ادارہ فروغ اردو لاہور ، تاریخ اشاعت درج نہیں

ادیبوں شاعروں کے خیالات جمع کیے گئے تھے ۔ چند اقتباسات یہاں نقل کیے جاتے ہیں ۔

" ہر چند سرمد مظاہری کا میلان دین کی طرف تھا ، لیکن اس کے باوجود ان کا طرز بیان اس قدر شگفتہ ہے کہ محسوس ہوا کہ اذانوں کے شور میں زمزمے چھڑے ہوئے ہیں دین کے دشتِ بے آب و گیاہ میں جابجا رندی کی نہریں مچل رہی ہیں ۔ وہ تسبیح کے ساتھ زلفِ خوباں کے پیچ و خم کا محرم راز بھی ہیں ۔ "

(جوش ملیح آبادی)

" حضرت سرمد مظاہری ہمارے ملک کے ایک پاک نفس اہل حال تھے ۔ ان کا مجموعۂ کلام ایک حسین و جمیل روح کی واردات کا مرقع ہے ۔ "

(پروفیسر حمید احمد خان)

" ان کے کلام میں ایسی چکاچوند سی پیدا ہوتی ہے کہ اردو اور فارسی غزل کی ساری روایت جگمگا اٹھتی ہے ۔ ان کے ہاں کہیں کہیں ایسا گھمبیر اور فنی لحاظ سے گٹھا ہوا شعر وارد ہوتا ہے کہ اس گوشہ نشین شاعر کی قادر الکلامی پر حیرت ہوتی ہے ۔ "

(احمد ندیم قاسمی)

" اگر میں یہ کہوں کہ وہ محض شاعر ہی نہیں بلکہ زندگی کی اعلیٰ قدروں سچائیوں اور توانائیوں کے شاعر ہیں تو حق بجانب ہوگا ۔ "

(پروفیسر سجاد باقر رضوی)

" سرمد مظاہری نے ایک خلوت پسند شاعر کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے ہوئے اپنی تنہائیوں کی عمر کو اشعار کے روپ میں جمع کر دیا ۔ ان کے ہاں جذبات جزئیات کی صورت میں اظہار پاتے ہیں ۔ "

(ڈاکٹر سلیم اختر)

سرمد مظاہری کا شہر کندیاں اب ایک بڑا ریلوے جنگشن ہے ۔ اس کے ہمسائے میں مشہور چشمہ بیراج بھی ہے ۔ یہاں ایٹمی بجلی گھر بھی ہے ۔ اب یہاں رونق بڑھتی جاتی ہے ۔

عین ممکن ہے کہ ملکی اور بین الاقوامی سیاسی منظرنامے پر اس شہر کے کارنامے تاریخ کا حصہ بن جائیں ۔ مگر اس شہر کی دائمی عزت سرمد مظاہری کی ذات اور ان کی شاعری کی بدولت مستحکم ہوگی ۔ سرمد کے اندر بھی کئی ایٹم بم پھٹے ۔ کئی سیلابوں کے آگے بند ٹوٹ پھوٹ گئے اور کئی گاڑیاں ایک دوسرے سے ٹکرا گئیں ۔ ان کا وجود بھی لازوال جذبوں کا چشمہ تھا ۔ کئی منزلوں والے ارادوں کا جنگشن تھا اور ان کے اندر بھی ایک گھر تھا جو کسی ایٹم بم سے کھنڈر نہیں بن سکتا ۔ کندیاں اور ان کے ہونے سے امر ہوئی ۔ ان کے شعروں کے دو مصرعوں پر بعض اوقات ریل کی دو پٹڑیوں کا گمان گزرتا ہے جو دو ہمسفروں کا طرح ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتی ہیں ۔

یہ ممتاز عالم دین شاعر ۱۹ ، اکتوبر ۱۹۷۲ء کو فوت ہوئے ۔